حضرت

ابو سفیان بن حارث

رضی اللہ عنہ

محمد خالد جذبی

1

☆ محمد خالد جذبی

حضرت ابو سفیان بن حارثؓ

تاریخ اسلام کی ایک جلیل القدر ہستی کا دلپذیر قصہ

دو شخصوں کے درمیان شاید ہی کبھی ایسے گہرے اور مضبوط تعلقات قائم ہوئے ہوں گے جیسے حضور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو سفیان بن حارثؓ کے درمیان تھے۔

حضرت ابو سفیانؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر اور ان کے ہم جولی تھے۔ دونوں نے ایک زمانے میں جنم لیا اور ایک ہی خاندان میں ان کی نشوونما ہوئی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد تھے۔ ان کے والد حضرت حارث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ ایک ہی صلب، صلب عبدالمطلب سے تھے۔ مزید برآں یہ ہے کہ وہ آپؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے ان دونوں کو ایک ہی وقت میں دودھ پلایا تھا۔ ان تعلقات کے علاوہ وہ نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت گہرے دوست تھے اور جسمانی طور پر آپؐ سے غیر معمولی مشابہت رکھتے تھے۔ انہی تمام وجوہ واسباب کی بنا پر ابو سفیان کی ذات سے اس بات کی توقع کی جاتی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے میں پہل کریں گے اور آپؐ کی پیروی میں سب پر سبقت لے جائیں گے لیکن اس توقع کے علی الرغم معاملہ بالکل برعکس سامنے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی کار دعوت کا آغاز فرمایا اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا شروع کیا، اچانک ابو سفیان کے سینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غلیظ وغضب اور بغض وعداوت کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کی دوستی دشمنی میں، صلہ رحمی قطع رحمی میں اور بھائی چارگی نفرت واعراض میں بدل گئی۔

ابو سفیان بن حارث کا شمار اس وقت قریش کے مشہور شہسواروں اور اس کے اونچے درجے کے شعراء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ان کی دعوت کی مزاحمت میں اپنی تلوار اور زبان، دونوں کا بھرپور استعمال کیا اور اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کی اذیت رسانی اور انہیں بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی دشمنی کا زمانہ بیس سال کی طویل مدت تک پھیلتا چلا گیا۔ اس دوران انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں، ریشہ دوانیوں اور ایذا رسانیوں کے تمام مکروہ حربے استعمال کر ڈالے اور انہیں صفحہ ہستی سے نیست ونابود کرنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

ابو سفیان بن حارث فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے نعمت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ ان کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی تفصیلات کتب سیرت میں محفوظ ہیں اور تاریخ کے صفحات نے انہیں ہم تک منتقل کیا ہے۔ وہ تفصیلات انہی کے الفاظ میں کچھ اس طرح ہیں۔

اسلام کا معاملہ جب پورے طور پر مستحکم ہو گیا' اسے بڑی حد تک قرار و ثبات حاصل ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ آپؐ مکہ کو فتح کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں تو زمین اپنی وسعت و کشادگی کے باوجود میرے لئے تنگ ہو گئی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اب میں کہاں جاؤں' کس کی صحبت اختیار کروں اور کس کے ساتھ رہوں؟--- پھر میں اپنے اہل و عیال کے پاس آیا اور ان سے کہا۔

"تم لوگ مکہ سے نکل چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ کیوں کہ محمدؐ بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں اور اگر مسلمانوں نے مجھے پکڑ لیا تو یقیناً میں قتل کر دیا جاؤں گا۔"

انہوں نے کہا۔ "کیا آپ کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ آپ اس بات پر غور کریں کہ تقریباً پورا عرب محمدؐ کے آگے سر افگندہ' ان کے دائرہ اطاعت میں داخل اور ان کے دین کا حلقہ بگوش ہو چکا ہے اور آپ ابھی تک ان کی عداوت پر مصر ہیں حالانکہ آپ ان کی نصرت و تائید کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔"

وہ برابر مجھے محمدؐ کے دین کی طرف مائل کرتے اور مسلسل مجھے اس کی طرف رغبت دلاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ میں نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کیا اور اٹھ کر اپنے غلام "مذکور" سے کہا۔

"ہماری سواریاں سفر کے لئے تیار کر دو۔"

پھر اپنے بیٹے جعفر کو ساتھ لیا اور ہم دونوں تیز رفتاری کے ساتھ ابواء کی طرف چل پڑے' ہمیں خبر ملی تھی کہ محمدؐ وہیں فروکش ہیں---- جب مقام ابواء کے قریب پہنچا تو میں نے اپنا حلیہ تبدیل کر لیا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے ہی کوئی مجھے پہچان کر قتل کر دے۔ میں ایک میل تک پیدل چلتا رہا۔ مسلمانوں کے دستے یکے بعد دیگرے مکہ کی سمت بڑھتے رہے اور میں ان کے راستے سے ہٹ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ مجھے ڈر تھا کہ اصحاب محمدؐ میں سے کوئی دیکھ کر پہچان نہ لے۔ میں اسی حالت میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستے کے ساتھ نمودار ہوئے۔ میں نے آپؐ کی طرف رخ کیا اور جا کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے نظر بھر کر دیکھا اور مجھے پہچانتے ہی اپنا چہرہ دوسری جانب پھیر لیا۔ میں گھوم کر سامنے آ کھڑا ہوا۔ آپؐ نے پھر مجھ سے اعراض کیا اور میری طرف سے رخ پھیر لیا' میں پھر سامنے آ گیا۔ جب میں آپ کے سامنے آتا' آپؐ اپنا رخ دوسری طرف کر لیتے--- جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے ارادے سے چلا تھا تو اس وقت مجھے اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قبول اسلام سے خوش ہوں گے اور آپؐ کی خوشی آپؐ کے اصحابؓ کے لئے باعث فرحت و انبساط ہو گی لیکن جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعراض کو دیکھا تو ان کے چہروں پر بھی نفرت و بے زاری کے آثار ظاہر ہو گئے' ان کی پیشانیاں شکن آلود ہو گئیں اور میں نے ان کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت و حقارت کے شعلے رقص کرتے دیکھے۔ میں حضرت ابوبکرؓ سے ملا تو انہوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ایسی تسلی طلب نظر سے دیکھا جو ان کے دل میں نرمی اور ہمدردی کے جذبات بیدار کر دے مگر ان کی نگاہوں میں بھی میرے لئے غصہ' نفرت اور غیظ و غضب کے سوا کچھ نہ تھا بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کیا کہ ایک انصاری کو میرے خلاف اکسا دیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ دشمن خدا! تو ہی وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں حد سے متجاوز ہو گیا تھا--- وہ انصاری برابر مجھے لعنت ملامت کرتا اور مسلسل میرے اوپر چیختا چلاتا رہا۔ دوسرے مسلمان بھی مجھے خشمگین نظروں سے دیکھتے اور میری

پریشانی سے خوش ہو رہے تھے۔ اس وقت اچانک میری نظر اپنے چچا حضرت عباسؓ پر پڑی۔ میں ان کے پاس پہنچا اور بولا۔

"چچا جان! خاندان میں اپنے مقام و مرتبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے قریبی رشتے کی بنا پر میں سمجھتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے قبول اسلام سے خوش ہوں گے لیکن ان کا جو رویہ سامنے آیا ہے، آپ جانتے ہیں۔ اب آپ میرے متعلق ان سے بات کر کے انہیں مجھ سے راضی کر دیجئے۔"

انہوں نے کہا۔ "نہیں خدا کی قسم، میں تمہارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض کو دیکھ چکا ہوں۔ ایسی حالت میں تمہارے متعلق میں ان سے کوئی بات نہیں کر سکتا۔ میں ان کا احترام کرتا ہوں اور ان سے ڈرتا ہوں۔ البتہ آئندہ موقع و محل کی مناسبت سے کوئی بات کر سکتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "چچا جان! تو اس وقت آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا۔

"جو کچھ تم مجھ سے سن چکے ہو، اس کے علاوہ میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔"

ان کا یہ جواب سن کر میرے اوپر شدید حزن و ملال کی کیفیت طاری ہوئی۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد میں نے اپنے عم زاد علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا اور ان سے اپنے اس معاملے میں بات کی مگر انہوں نے بھی وہی کہا جو چچا عباسؓ نے کہا تھا۔ تب میں پھر چچا عباسؓ کے پاس واپس آیا اور ان سے کہا۔

"چچا جان! اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کر کے میرے لئے ان کے دل میں کوئی جگہ نہیں بنا سکتے تو کم از کم مجھے اس شخص سے بچا لیجئے جو برابر مجھے برا بھلا کہہ رہا ہے اور دوسروں کو بھی اس پر اکسا رہا ہے۔"

"کون ہے وہ، ذرا اس کا حلیہ تو بیان کرو؟" انہوں نے پوچھا۔

جب میں نے اس کا حلیہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ نعیمان بن حارث بخاری ہیں۔ پھر ایک شخص کو بھیج کر انہیں بلوایا اور ان سے کہا۔

"نعیمان! ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عم زاد اور میرا بھتیجہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ آج اس سے خفا ہیں لیکن عنقریب آپؐ اس سے راضی ہو جائیں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم اس کو ستانے سے باز آجاؤ۔"

وہ برابر ان سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ سب و شتم سے باز آجائیں گے اور کہا کہ اب میں ان سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جحفہ میں نزول فرمایا تو میں آپؐ کی قیام گاہ کے دروازے پر جا بیٹھا اور اپنے لڑکے جعفر کو اپنے پاس کھڑا کر لیا۔ خیمے سے نکلتے ہوئے جب آپؐ کی نگاہیں میرے اوپر پڑیں تو آپؐ نے میری طرف سے نظریں پھیر لیں لیکن پھر بھی میں آپؐ کی رضامندی سے ناامید نہیں ہوا۔ میں نے اپنا معمول بنا لیا کہ جب بھی کسی منزل پر آپؐ کا قیام ہوتا، میں آپؐ کے دروازے پر جا کر بیٹھ جاتا اور اپنے لڑکے جعفر کو اپنے پاس کھڑا کر لیتا لیکن آپؐ جب بھی مجھے دیکھتے، منہ پھیر لیتے --- میں کافی دنوں تک اس صبر آزما صورت حال سے دوچار رہا، آخر کار جب یہ پریشانی میرے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تو ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا۔

"خدا کی قسم! اب میرے سامنے دو ہی راستے باقی رہ گئے ہیں --- یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہو جائیں، ورنہ میں اپنے اس لڑکے کو ساتھ لے کر نکل جاؤں گا اور زمین میں حیران و سرگرداں پھرتا رہوں گا حتیٰ کہ ہم

دونوں بھوک پیاس سے مرجائیں۔"

جب یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو وہ کچھ نرم پڑے اور ان کے دل میں میرے لئے ہمدردی اور رحمت و شفقت کے جذبات بیدار ہو گئے اور جب خیمہ سے باہر تشریف لائے تو پہلی بار میری طرف محبت آمیز نظرسے دیکھا اور میں نہال ہو گیا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ لب مبارک کی بند کلی اب کھل اٹھے گی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے' میں بھی آپؐ کا ہم رکاب تھا۔ آپؐ مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے' میں دوڑتا ہوا آپؐ کے آگے آگے چل رہا تھا' غرض یہ کہ میں کسی حال میں بھی آپؐ سے جدا نہ ہوتا۔

حنین کی وادی میں بنو ہوازن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے زبردست جمعیت اکٹھا کی اور غیر معمولی تیاریوں اور بے پناہ جوش کے ساتھ آپؐ کے مدمقابل ہوئے۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں پر آخری اور فیصلہ کن ضرب لگانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے صحابہؓ کا لشکر لے کر روانہ ہوئے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ شامل ہو گیا اور جب میں نے مشرکین کے اس زبردست اجتماع کو دیکھا تو اپنے دل میں کہا۔

"خدا کی قسم! آج میں ان تمام محرومیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کر دوں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے نتیجے میں مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ آج میں ایسی جرات و شجاعت کا مظاہرہ کروں گا جو میرے تمام پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہو جائیں گے۔"

جب دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی اور مشرکین کا دباؤ مسلمانوں پر بڑھنے لگا تو ان کے اندر کمزوری اور بزدلی کو راہ مل گئی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد سے منتشر ہو گئے اور راہ فرار اختیار کرلی اور قریب تھا کہ ہم ہزیمت سے دوچار ہو جائیں۔ اس کٹھن گھڑی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیری و شجاعت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ آپؐ میدان جنگ کے بیچوں بیچ اپنے خچر "شہباء" پر مضبوط چٹان کی طرح ڈٹے ہوئے تھے اور ایک بپھرے ہوئے شیر کی مانند شمشیر بکف اپنی اور اپنے آس پاس کے لوگوں کی طرف سے مدافعت کر رہے تھے۔ اس وقت میں اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی' خدا جانتا ہے کہ اس وقت میرا ارادہ یہی تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں لڑتا ہوا آپؐ کے سامنے ہی شہید ہو جاؤں --- میرے چچا حضرت عباسؓ آپؐ کے خچر کی لگام تھامے ایک جانب کھڑے تھے۔ میں نے دوسری سمت اپنی جگہ سنبھالی۔ میرا دایاں ہاتھ تلور کے قبضے پر تھا اور بائیں ہاتھ سے حضورؐ کی رکاب تھامے دشمنوں کو آپؐ سے دور ہٹا رہا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس طرح بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے دیکھا تو بڑے تحسین آمیز انداز میں چچا عباسؓ سے پوچھا۔

"یہ کون ہے جو اس طرح داد شجاعت دے رہا ہے؟"

"یہ آپؐ کا بھائی' آپ کا عم زاد ابوسفیان بن حارث ہے۔ اے اللہ کے رسول! آپؐ اس سے راضی ہو جائیں۔" چچا نے جواب دیا۔

"میں اس سے راضی ہوا --- اللہ تعالیٰ اس کی اس ساری عداوت کو معاف فرمائے جو اس نے اب تک میرے ساتھ کی ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے راضی ہو گئے۔ اس سے مجھے بے پناہ مسرت حاصل ہوئی اور میرا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھلنے لگا۔ میں نے رکاب ہی میں آپؐ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر آپؐ نے میری طرف ملتفت ہوتے ہوئے فرمایا۔

"میرے بھائی! آگے بڑھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے لئے یہ کلمات سن کر میرے اندر شجاعت و دلیری کے شعلے بھڑک اٹھے اور میں نے مشرکین پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ ان کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اس حملے میں بہت سے مسلمان بھی میرے ساتھ شریک ہو گئے۔ ہم ان کو تقریباً تین میل تک کھدیڑتے چلے گئے۔ اور وہ مختلف اطراف میں بھاگ نکلے۔

OOO

حضرت ابو سفیان بن حارثؓ کو غزوہ حنین کے موقع پر نبی کریمؐ کی رضامندی کی نعمت حاصل ہو گئی اور وہ آپؐ کی صحبت کی سعادت سے بھی سرفراز ہو گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ اپنے سابقہ رویئے کی وجہ سے ان کو ایسی شرمندگی و پشیمانی دامن گیر ہوئی کہ وہ زندگی بھر آپؐ کے چہرے کی طرف کبھی نظر نہ اٹھا سکے، نہ کبھی آپؐ سے آنکھیں چار کر سکے۔ حضرت ابو سفیانؓ اپنی زندگی کے ان تاریک ایام پر بے حد ندامت و خجالت محسوس کرتے جو دور جاہلیت کی نذر ہو گئے۔ جن میں نور خداوندی اور کتاب الٰہی سے محروم رہے لیکن اب وہ شب و روز قرآن کریم پر جھکے رہتے، اس کی آیات کی تلاوت اور اس کے احکام پر غور و فکر میں مشغول رہتے اور اس کی نصیحتوں سے بھرپور استفادہ کی کوشش کرتے۔ انہوں نے دنیا اور اس کے عیش و آرام سے یکسر کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے تمام اعضاء و جوارح کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے، یہاں تک کہ ایک روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا۔

"عائشہؓ! جانتی ہو، یہ کون ہے؟"

حضرت عائشہؓ نے کہا۔ "نہیں، اے اللہ کے رسولؐ!"

"یہ میرے عم زاد ابو سفیان بن حارثؓ ہیں---- دیکھو! یہ سب سے پہلے مسجد میں آتے ہیں اور سب سے آخر میں اس سے نکلتے ہیں اور جب تک اس میں رہتے ہیں، نماز میں مشغول رہتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وصال ہوا اور وہ اپنے رب سے جا ملے تو حضرت ابو سفیانؓ شدید صدمے اور رنج والم سے دوچار ہوئے، ایسے صدمے سے جو کسی ماں کو اکلوتے فرزند کی وفات پر بھی نہیں ہوتا۔ وہ آپؐ کی جدائی کے غم میں اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے جس طرح کوئی شخص اپنے محبوب کی جدائی پر بھی نہیں روتا اور آپؐ کی یاد میں ایسا شاہکار اور درد انگیز مرثیہ کہا جو ان کے سوز محبت، درد عشق اور اندرونی کرب والم کا آئینہ دار ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ اب ان کی موت کا وقت قریب آگیا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے لئے قبر کھودی اور اس پر ابھی تین دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ان کا آخری وقت آپہنچا جیسے موت کے ساتھ ان کا کوئی عہد و پیمان ہو۔ اس وقت انہوں نے اپنے گھر والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"خبردار! میری موت پر آنسو نہ بہانا۔ خدا گواہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے---"

پھر ان کی پاکیزہ روح اس دار فانی کو چھوڑ کر اپنی ابدی آرام گاہ کی طرف پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

ان کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے پڑھائی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کرامؓ غم سے نڈھال ہو گئے اور ان کی وفات کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک زبردست حادثہ شمار کیا گیا۔

OO